۷/ستمبر ۱۹۸۰ء
یکشنبہ

روزنامہ سیاست حیدرآباد

علمی ادبی تہذیبی
ایڈیشن

(احسن علی مرزا)

اندیشے اور منشیات - تمول اور صنعتی تہذیب کے تحفے

ڈاکٹر بشیر احمد پروفیسر آف سائکیاٹری امریکہ سے بات چیت

عصر حاضر نے جہاں انسان کی خاک نشینی کے دور کو ختم کرکے اسے چاند پر "چہل قدمی" کا اہل بنادیا ہے وہیں اسے جلنے اور ان جانے بے شمار اندیشوں میں بھی مبتلا کردیا ہے جنہیں نفسیاتی طریقہ علاج کے ماہرین تردد کا نام دیتے ہیں۔ صنعتی حیثیت سے ترقی یافتہ ممالک اور بالخصوص امریکہ تشویش و تردد کی اس لہر سے اس درجہ متاثر ہیں کہ ان ممالک کا ہر باشندہ ایسا محسوس کرنے لگا ہے جیسے وہ ایٹمی آتش فشاں کے اوپر بیٹھا ہے جو کسی وقت بھی پھٹ کر انسان کی صدیوں کی جدوجہد کے ثمر کو جلاکر راکھ کردیگا۔

ڈاکٹر بشیر احمد صدر امریکہ جمی کارٹر کے ساتھ

یونیورسٹی آف ٹیکساس کے ہلت سائنس سنٹر کے پروفیسر آف سائکیاٹری، کمیونٹی میڈیسن اور فیملی پریکٹس، ڈاکٹر محمد بشیر احمد ایم ڈی جو ہمارے شہر کے عوام دوست اور قابل احترام فزیشن ڈاکٹر ایس اے منان کے بھائی ہیں اور چند دنوں کے لئے حیدرآباد آئے ہوئے ہیں غیر رسمی بات چیت میں اپنے دلچسپ امریکی مریضوں کے انداز فکر کے خط منحنی کے پیچ و خم پر روشنی ڈالتے ہوئے اس تاثر کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا اہل مشرق غربت و افلاس کی دیو قامت لعنتوں سے ستیزہ کار ہیں۔ وہ روٹی روزگار کے چکر میں الجھکر دق وسل کا شکار ہوسکتے ہیں۔ لیکن اندیشہ ہائے گوناگوں سے ان کی نیند حرام نہیں ہوتی اور دق وسل کے جراثیم نئی دواؤں سے مارے جاسکتے ہیں مگر غیر یقینی حالت میں جیئے جانے کے وہ خطرناک عارضہ انہیں لاحق نہیں ہوسکتے جو امریکہ والوں کو ایل ایس ڈی اور پی سی پی جیسی ڈرگس کے استعمال پر مجبور کردیتے ہیں۔ ہم میں سے کسی بدنصیب باپ کا جواں سال بیٹا فوت ہوجاتا ہے کوئی خاتون بھری جوانی میں بیوہ ہوجاتی ہے تو وہ روحانیت کی ڈھال سے اسی ناگہانی آفت کے اثرات کا مداوا کرسکتی ہے اللہ یا ایشور کی مشیت یا مایا کا تصور اسے صدمہ جانکاہ کی افسردگی سے جلد ہی نجات دلادیتا ہے۔ لیکن اہل مغرب ایسی کسی بھی ڈھال سے محروم ہوگئے۔ انہوں نے اپنے مادی وجود ہی کو سب کچھ قرار دیکر یہ ڈھال پھینک دی ہے اور اندوہ و غم کے سمندر میں بہے جارہے ہیں ڈاکٹر بشیر احمد کو بھی توسیعی لیکچروں اور مختلف ممالک کے ہسپتالوں میں سائکیاٹری کے وارڈس کے قیام کے سلسلہ میں ضروری مشاورت کے لئے بلایا جاتا ہے۔ کویت اور دیگر متعدد خلیجی ممالک کا دورہ بھی کرچکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جنون اور مالیخولیا (SCHHIZOPHERNIA مشی زوفرنیا) کی دو قسموں میں سے ایک قسم کا علاج تو ادویہ اور الکٹرک شاک سے ممکن ہے لیکن دوسری پیچیدہ قسم سے متاثرہ مریض کے ذہنی رویہ کو بدلنے میں صرف دواؤں سے کام نہیں چلتا بلکہ فرائیڈ کی سائیکو تھریپی کو آزمانا ضروری ہوجاتا ہے جو مختلف مرحلوں سے گذر کر آج صرف فرائیڈ کے جنس کے تصور تک محدود نہیں رہی بلکہ ایک سائنسی طریقہ علاج کی حیثیت سے عصری معالجہ کا جزو بن گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ شراب نوشی نے مغربی سماج کو جو صنعتی حیثیت سے بہت ترقی یافتہ ہے کارکرد آبادی کو مجہول بنانے کا سبب بن گئی ہے اور مغرب سے ہٹ کر خلیجی ممالک میں بھی جہاں تیل کے چشموں نے دولت کے ڈھیر لگادیئے ہیں ایک عادت ثانیہ کی حیثیت اختیار کرتی جارہی ہے وہ مئی ۱۹۷۱ء میں ملبورن، کوپن ہیگن، ماسکو اور لینن گراڈ کا ایک دوسال بعد مئی ۱۹۷۵ء میں سڈنی، برسبن اور نیوزی لینڈ کا اور نومبر ۱۹۷۹ء میں کویت کا دورہ کرچکے ہیں اور ان کا احساس یہ ہے کہ کویت بھی A-CHOLISM سے متاثر ہوا ہے جہاں قانوناً شراب پر امتناع ہے۔ اس سے ہٹ کر شراب نوشی، سوویٹ یونین کے ارباب مجاز کے لئے بھی ایک دردسر اور چیلنج بنتی جارہی ہے۔ نئی نسل دنیا کے ہر گوشہ میں پرانی اقدار سے منحرف ہونے لگی ہے اور نسلی بعد (GENRATION-GAP) کا ہوا کھڑے کرکے شریفانہ اور مہذب زندگی کے ابدی اقدار کو توڑنے لگی ہے۔ لیکن اس نے اب تک ان پراگندہ و سمار پرانی VALUES کا کوئی متبادل پیدا نہیں کیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ اپنی ذہنی کشمکش سے نجات پانے کے لئے (DRUGS) اور اپنے آپ کو ایذا پہونچانے کے راستہ پر چل پڑے ہیں۔

مغرب میں ان کا گھر اور خاندان اتنا مختصر ہوگیا ہے کہ اس میں میاں بیوی اور ایک دو چھوٹے بچوں کے علاوہ کسی اور کو شامل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ضعیف اور سن رسیدہ ماں باپ امریکہ میں (۱۰۰) ڈالر ماہانہ کے اقل ترین پنشن پر دارالمعمرین میں اجنبیوں کے بیچ اپنی عمر کے آخری تکلیف دہ دور گذارتے ہیں۔ حالانکہ ان کی اولاد ان سے الگ ہوکر مختلف پیشوں سے ماہانہ ہزاروں ڈالر کماتی ہے۔ ان کی سعادت مندی اور ماں باپ سے محبت کا جذبہ صرف سال میں ایک مرتبہ کرسمس کے موقع پر جاگتا ہے اور وہ بھی کرسمس کا ایک کارڈ اپنے والدین کے نام بھیج دینے تک محدود رہتا ہے اور ضعیف عمر والدین ان خوبصورت کارڈس پر اپنی محبت و شفقت کے آنسو نچھاور کرکے جی بہلا لیتے ہیں۔ لیکن دوسرا فریق بھی اپنے ماں باپ سے کٹ کر مطمئن نہیں۔ ہمارے یہاں تو آمدنی کی طرح افراد خاندان کسی بھی رکن کا غم بانٹ لیتے ہیں اور غم رسیدہ فرد کا دل ہلکا کردیتے ہیں لیکن وہاں کوئی الجھن پیدا ہوجائے تو میاں بیوی میں کشاکش شروع ہوجاتی ہے۔ ایسا نہ بھی ہو تو دونوں میں سے کسی کا بھی غم صرف دو حصوں ہی میں بٹ سکتا ہے اور یوں بڑا ہی جانگسل اور گہرا زخم بن جاتا ہے۔ اسے وہ ایل ایس ڈی اور پی سی پی میں ڈبو دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ڈرگس کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ پی سی پی کی ایک گولی ۶۰ سال کی عمر کے آدمی کو بھی موقتی طور پر ہندستانی فلموں کا روایتی ہیرو بنادیتی ہے جو بیک وقت چھ سات غنڈوں سے لڑکر اپنی ہیروئین کو ان کے چنگل سے چھڑا لیتا ہے۔ اس گولی کا اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی اسکائی اسکراپر کی ۴۲ ویں منزل کی بالکنی پر کھڑا آدمی ایسا محسوس کرتا ہے جیسے وہ دوسرے زینہ پر کھڑا ہے اور اسی اشتباہ ذہنی کے زیر اثر وہ ۴۲ ویں منزل سے چھلانگ لگاکر بے ارادہ خودکشی کرلیتا ہے۔

خودکشی کے واقعات، جنسی جرائم SADISM افسردگی اور DEPRESSION بھی عصر حاضر کی دین ہیں۔ ہم یہاں گانجہ اور حشیش پر ماتم کررہے ہیں لیکن نیویارک اور واشنگٹن میں تو ایسے ڈرگس بہ آسانی دستیاب ہوسکتے ہیں جو گانجہ اور حشیش سے ہزار گنا زیادہ نشہ آور ہوتی ہیں اور ان کے استعمال کرنے والے کو موت کی اندھیری وادی بھی محبوبہ کی آغوش دکھائی دینے لگتی ہے اسی نشہ کے زیر اثر وہ عصری بندوقیں لیکر کسی بھری پری سڑک پر اچانک فائرنگ شروع کردیتے ہیں۔ لڑکیوں کی پیٹ میں چھرا گھونپ کر ان کے مردہ جسموں کو عروس نو کے بدن سمجھنے لگتے ہیں ڈاکٹر صاحب سے بات چیت کا یہ سلسلہ طویل ہوتا جارہا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ آج کے عصری ماحول میں دواؤں سے علاج معالجہ ہی کافی نہیں بلکہ عجیب و غریب امراض کی تشخیص کے لئے مریض کے ذہن کی اسٹڈی بھی ضروری ہوگئی ہے اور (PDYCHO-ANALYSIS) بھی معالجہ کا ایک لازمی جزو بن گیا ہے۔

ذائقہ بدلنے کے لئے ڈاکٹر صاحب نے اپنے موضوع سخن کو ایک دوسری سمت موڑ دیا۔ ڈاکٹر بشیر احمد نے ۱۹۵۴ء میں کیمسٹری، باٹنی اور زوالوجی کے مضامین اختیاری کے ساتھ عثمانیہ یونیورسٹی سے بی ایس سی کیا اور ۱۹۶۰ء میں پاکستان منتقل ہوگئے اور کراچی یونیورسٹی کے DOW میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس (ایم ڈی) کی تکمیل کی۔ اور ۱۹۶۴ء میں رائل کالج آف فزیشنس اینڈ سرجنس سے ڈپلوما این سائکیاٹری حاصل کیا۔ گلاسگو (اسکاٹ لینڈ) کے رائل کالج آف فزیشنس اینڈ سرجنس سے بھی انہوں نے ڈی پی ایم کیا ہے ۱۹۷۴ء میں وہ نیویارک اسٹیٹ کے کوالیفائڈ سائکیاٹرسٹ بن گئے اور دوسرے ہی سال ۱۹۷۵ء میں انہیں امریکن بورڈ آف سائکیاٹری اینڈ نیورلوجی کا ڈپلومیٹ قرار دیا گیا۔ کناڈا کے رائل کالج آف فزیشنس اینڈ سرجنس سے بھی انہوں نے سائکیاٹری میں ایف آر سی پی کیا ہے اور لاتعداد کانفرنسوں میں ذہنی امراض شراب نوشی اور سگریٹ نوشی کے اثرات منشیات اور ڈرگس سے پیدا ہونے والی افسردگی پر مقالے پیش کئے۔ ان موضوعات پر انہوں نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں وہ شمالی امریکہ کی اسلامک میڈیکل اسوسی ایشن (I.M.A) کے ۱۹۷۸/۷۹ء میں صدر بھی رہے اور فی الوقت اسکی اشاعتی کمیٹی کے چیرمین ہیں۔ یہ اسوسی ایشن پاکستان اور ہندستان سے ترک وطن کرکے امریکہ میں بس جانے والے ڈاکٹروں اور PAKA